سورۃ البقرۃ (۱۹)

(آیات: ۲۶-۲۷)

(گزشتہ سے پیوستہ)

ملاحظہ: کتاب میں حوالہ کے لیے قطعہ بندی (پیراگرافنگ) میں بنیادی طور پر تین ارقام (نمبر) اختیار کیے گئے ہیں۔ سب سے پہلا (دائیں طرف والا) ہندسہ سورۃ کا نمبر شمار ظاہر کرتا ہے اس سے اگلا (درمیانی) ہندسہ اس سورۃ کا قطعہ نمبر (جو زیر مطالعہ ہے اور جو کم از کم ایک آیت پر مشتمل ہوتا ہے) ظاہر کرتا ہے۔ اس کے بعد والا (تیسرا) ہندسہ کتاب کے مباحث اربعہ (اللغۃ، الاعراب، الرسم اور الضبط) میں سے زیر مطالعہ مبحث کو ظاہر کرتا ہے یعنی علی الترتیب اللغۃ کے لیے ۱، الاعراب کے لیے ۲، الرسم کے لیے ۳، اور الضبط کے لیے ۴ کا ہندسہ لکھا گیا ہے بحث اللغۃ میں چونکہ متعدد کلمات زیر بحث آتے ہیں اس لیے یہاں حوالہ کی مزید آسانی کے لیے نمبر ۱ کے بعد قوسین (بریکٹ) میں متعلقہ کلمہ کا ترتیبی نمبر بھی دیا جاتا ہے مثلاً ۲:۵:۱(۳) کا مطلب ہے سورۃ البقرہ کے پانچویں قطعہ میں بحث اللغۃ کا تیسرا لفظ اور ۲:۵:۳ کا مطلب ہے سورۃ البقرہ کے پانچویں قطعہ میں بحث الرسم۔ وھکذا۔

۲:۱۹:۲ الاعراب

زیر مطالعہ دو آیات میں سے پہلی آیت (۲۶) اعرابی لحاظ سے پانچ مستقل جملوں پر مشتمل ہے اور دوسری آیت (۲۷) بنیادی طور پر تو چار جملوں پر مشتمل ہے مگر یہ تمام جملے واو عاطفہ کے ذریعے اس طرح ملا دئیے گئے ہیں کہ سب مل کر ایک ہی لمبا جملہ بنتا ہے۔ ہم یہاں ہر ایک جملے کی الگ الگ اعرابی بحث کریں گے اور پھر جو جملے باہم مربوط ہیں ان کی نشاندہی کر دیں گے۔ ہر ایک جملے کو الگ نمبر دیا گیا ہے۔

(۱) اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیٖٓ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَۃً فَمَا فَوْقَھَا۔

[اِنَّ] حرف مشبّہ بالفعل ہے اور [اللہَ] اسم "اِنَّ" ہو کر منصوب ہے۔ [لا] نافیہ ہے۔ [یستحی] فعل مضارع معروف ہے جس میں ضمیر فاعل "ھُوَ" مستتر ہے جو اللہ تعالےٰ کے لیے ہے۔ اس طرح "لا یستحی" ایک جملہ فعلیہ ہے جو "اِنَّ" کی خبر کا کام دے رہا ہے لہذا اسے محلاً مرفوع کہہ سکتے ہیں (اِنَّ) کی خبر مرفوع ہوتی ہے)۔ [اَن یَضْرِبَ] میں "اَن" ناصبہ مصدریہ ہے، اس کی وجہ سے فعل مضارع "یضربَ" منصوب ہو گیا ہے، اور اس (اَن) کے بعد آنے والا صیغہ مضارع منصوب مصدر کے معنوں میں لیا جا سکتا ہے جسے مصدر مؤوّل کہتے ہیں۔ بہر حال دونوں صورتوں میں (مصدر مؤوّل ہو کر یا صرف مضارع منصوب ہو کر) "اَن" اور اس کے بعد والی عبارت فعل "لا یستحی" کا مفعول بہ ہو کر محلاً منصوب ہی سمجھی جائے گی۔ چاہے فعل (یستحی) کو متعدی بنفسہٖ سمجھیں (استحیاہ)۔ اور چاہے متعدی بصلہٖ محذوف سمجھیں یعنی "اِستحیٰ مِنْہ" (دیکھئے "استحیی" کی مندرجہ بالا لغوی بحث یعنی ۲ : ۱۹ : ۱ (۱))۔ البتہ دوسری صورت میں (جس طرح کہ یہ فعل آیتِ زیرِ مطالعہ میں استعمال ہوا ہے) اسے منصوب بنزع الخافض کہیں گے۔ کیونکہ حرف خفض (جر) یعنی صلہ "مِنْ" ہٹا دیا گیا ہے۔ [مثلاً] فعل "یضربَ" کا مفعول بہ منصوب ہے۔ [ضَرَبَ مثلاً] کا لفظی ترجمہ بنتا ہے "اس نے مثال کو مارا"، یہ ایک محاورہ ہے جس کے معنی "مثال بیان کرنا" ہیں (دیکھئے اس لفظ پر بحث "اللغۃ" یعنی ۲ : ۱۹ : ۱ (۲) میں)۔ [ما] یہ ابہامیہ "مَا" جس کی وضاحت اوپر حصہ "اللغۃ" میں ہو چکی ہے، بلحاظِ اعراب یہاں اپنے سے ماقبل اسم (مثلاً) کی صفت ہے۔ اس طرح اَن یضرب مثلاً ما" کا لفظی ترجمہ ہوگا "کہ وہ بیان کرے مثال کوئی سی بھی" جسے بامحاورہ کرنے کے لیے "کہ مثال سمجھانے کو کسی بھی چیز کا ذکر کرے" یا "کہ کسی بھی چیز کی مثال بیان کرے" یا "کوئی مثال بیان کرے" کی صورت میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ [بَعُوْضَۃً] بلفظ "مثلاً" کا بدل (بدل البعض یا بدل الاشتمال) ہو کر منصوب ہے [فَمَا] میں "فَ" تو عاطفہ بمعنی "الی" ہے اور "مَا" اسم موصول

(بمعنی "جوکہ") ہے جو "بعوضۃ" پر یا سابقہ "مَا" ابہامیہ پر عطف ہونے کے باعث یہاں محلاً منصوب ہے۔ [فَوقَهَا] میں "فوق" ظرفِ مکان مضاف ہے اور "ھا" ضمیر مجرور بالاضافہ (مضاف الیہ ہوکر) ہے اور یہ سارا مرکب (فوقھا) "ما" موصولہ کا صلہ ہے۔ اس طرح "فما فوقَھا" کا لفظی ترجمہ بنتا ہے "پس/یا پھر جوکہ اس سے اوپر ہوا ہے" یا "اس تک جو اس سے اوپر ہے"۔ پھر اردو محاورے میں یہاں "فَ" کا ترجمہ "خواہ" اور "یا" سے کیا جاتا ہے، اس طرح "فَمَا فوقھا" کا ترجمہ "یا جو اس سے بڑھ کر ہے" "خواہ اس سے بھی بڑھی ہوئی ہو" اور "یا اس سے بھی بڑھ کر (کسی اور حقیر شے کی)" کیا گیا ہے۔ یہ بات اوپر بحث اللغۃ میں ۲:۱۹:۱(۴) میں بیان ہو چکی ہے کہ یہاں "فَوقَ" (اوپر) کے معنی کس طرح متعین ہوں گے اور کیا ہوں گے۔

(۲) فاما الذین آمنوا فیعلمون انہ الحق من ربھم۔

[فَاَمَّا] کی "فَ" تو مستانفہ ہے جس سے ایک نئی بات شروع ہو رہی ہے۔ "اَمَّا" حرفِ شرط و تفصیل ہے (جس کی وضاحت اوپر "اللغۃ" میں ہو چکی ہے۔ [الذین] اسم موصول برائے جمع مذکر یہاں بطور مبتدأ مرفوع ہے، اور [آمنوا] فعل ماضی معروف جمع مذکر غائب ہے جس میں ضمیر فاعلین "ھم" مستتر ہے۔ یوں "آمنوا" جملہ فعلیہ (فعل مع فاعل) بن کر "الذین" کا صلہ ہے یعنی یہ بھی مبتدأ کا ہی ایک حصہ ہے۔ اس طرح "فاما الذین آمنوا" سارا مل کر "اما" کے حصۂ شرط کا کام دے رہا ہے یعنی یہ وہ "شے" ہے جس کی تفصیل آگے جواب "اَمَّا" میں آرہی ہے۔ [فیعلمون] میں "فَ" تو رابطہ کے لیے ہے جو "اما" کے بعد بطور جواب شرط آنے والے جملے کے شروع میں لازماً آتی ہے۔ "یعلمون" فعل مضارع معروف ہے جس میں ضمیر فاعلین "ھم" مستتر ہے جس کا مرجع "الذین آمنوا" ہے اور یہاں سے مبتدأ "الذین آمنوا" کی خبر شروع ہو رہی ہے۔ [انہ] میں "اَنَّ" حرف مشبّہ بالفعل ہے اور "ہ" (ضمیر منصوب متصل) اس کا اسم (منصوب) ہے۔ [الحقُّ]

خبر " أنّ " ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے ۔ اور یہ خبر معرفہ (باللام) بھی ہے جس کا اردو ترجمہ " ہی " سے ہوگا یعنی " وہ ہی برحق ہے " یا " وہ حق ہی تو ہے "۔[مِنْ رَبِّھِم] میں " مِن " جارہ ہے، اور " رَبِّ " مجرور بالجر اور آگے مضاف بھی ہے اس لیے خفیف ہے (لام تعریف اور تنوین سے خالی ہے) آخری ضمیر مجرور " ھم " مضاف الیہ ہے ۔ یہاں من بیانیہ ہے تبعیضیہ نہیں ہے۔ اس لیے اس کا ترجمہ " میں سے " کی بجائے " کی طرف سے " ہوگا ۔ " من ربھم " کے مختلف تراجم مع وجہ اوپر حصہ " اللغـۃ " میں بیان ہو چکے ہیں [دیکھئے <u>۲ : ۱۹ : ۱ : (۶)</u> کے بعد] ۔

یہ عبارت (انہ الحق من ربھم) فعل " فیعلمون " کا مفعول بہ لھذا محلاً منصوب ہے ۔ " فاما الذین آمنوا " اور " فیعلمون " کے معانی اور ترجمہ بھی حصہ اللغـۃ میں بیان ہو چکے ہیں (دیکھئے <u>۲ : ۱۹ : ۱ : (۵)</u>) ۔

(۳) واما الـذین کفـروا فیقـولون ماذا اراد اللّٰہ بھـذا مثلاًؕ

[و] عاطفہ بمعنی " اور " ہے مگر اردو محاورے کی خاطر یہاں اس کا ترجمہ " مگر " سے بھی کیا جا سکتا ہے ۔ [اَمّا] حرف شرط و تفصیل ہے ۔ [الـذین] اسم موصول برائے جمع مذکر ہے اور یہاں مبتدأ ہو کر مرفوع ہے ۔ [کفـروا] فعل ماضی معروف (جمع مذکر غائب) ہے جس میں ضمیر فاعلین " ھم " مستتر ہے اس طرح یہ (کفـروا) جملہ فعلیہ (فعل مع فاعل) ہو کر " الـذین " کا صلہ ہے اور یہ عبارت (واما الـذین کفـروا) مبتدأ بن کر " اما " کے حصۂ شرط کا کام دے رہا ہے ۔ جس کی وضاحت یا تفصیل آگے " اما " کے جواب (شرط) والے فقرے میں آ رہی ہے ۔ [فیقـولون] میں " ف " رابطہ (جوابِ شرط) کے لیے ہے (جو " اما " کے جواب پر لازماً آتی ہے) اس " فَ " کا ترجمہ یہاں " سو وہ تو " ، " تو وہ تو " ہوگا ۔ " یقولون " فعل مضارع معروف (جمع مذکر غائب) ہے جس میں ضمیر فاعلین " ھم " مستتر ہے جس کا مرجع " الـذین کفـروا " ہے ۔ اور یہ (فیقـولون) اس مبتدأ

(الذین کفروا) کی خبر کا کام دے رہا ہے [ماذا] اگر اسے ایک ہی کلمہ سمجھیں تو یہ "مَا" ہی کے ہم معنی ہے یعنی اس کا ترجمہ "کیا؟" ہوگا۔ اور یہاں یہ اگلے فعل (اَرَادَ) کا مفعول بہ مقدم ہونے کی بناء پر محلاً نصب میں ہے۔ اور اگر اسے (ماذا) کو "مَا" (استفہامیہ) اور "ذا" (موصولہ بمعنی الذی) کا مرکب سمجھیں تو اس کا ترجمہ "کیا ہے وہ جو" "کیا کچھ ہے وہ جو"، "وہ کیا جس (کا)" سے ہوگا۔ اس صورت میں "ذا" کے بعد آنے والا فقرہ (اراد اللہ بھذا) صلہ شمار ہوگا۔ اور "اراد" کے بعد ایک ضمیر (عائد) محذوف ہے یعنی دراصل عبارت "ماذا ارادہ اللہ بھذا" بنتی ہے۔ اور یہ صلہ موصول (ذا اراد اللہ) اسم استفہام (مَا) کی خبر ہوں گے۔ [اراد] فعل ماضی معروف (واحد مذکر غائب) ہے اور [اللہُ] اس کا فاعل ہو کر مرفوع ہے۔ اس طرح "ماذا (الذی) اراد (ہ) اللہ" کا لفظی ترجمہ بنتا ہے "کیا ہے وہ کہ ارادہ کیا جس کا اللہ نے"۔ اسی کو بامحاورہ اردو میں بدلنے کے لیے بعض مترجمین نے "کیا غرض ہے؟ کیا مقصود ہے؟ کیا مطلب ہے (اللہ کا)" کے ساتھ ترجمہ کیا ہے اس کی وجہ یہی (ماذا کو مرکب سمجھنے والی) ترکیب ہے۔ [بھذا] جارّ (بِ) اور مجرور (ھذا) مل کر متعلق فعل "اراد" ہیں۔ [مثلاً] فعل "اراد" کی تمیز ہو کر منصوب ہے اور یہ (مثلاً) "ھذا" کا حال بھی بن سکتا ہے (اور نصب کی وجہ "حال ہونا" بھی ہے) اس طرح اس (بھذا مثلاً) کا ترجمہ ہونا چاہیے (۱) "اس چیز سے بلحاظ مثال (لانے) کے" (بلحاظ تمیز) ــــ (۲) یا "اس چیز کے مثال ہوتے ہوئے/ مثال ہونے کی بناء پر" (بلحاظ حال)۔ مگر اردو محاورے کی مجبوری کی بناء پر اس (بھذا مثلاً) کا ترجمہ "اس مثال سے، ایسی کہاوت سے، ایسی مثال سے" کیا گیا ہے گویا "بھذا المثل" کے معنوں میں ــ کیونکہ "حال" یا "تمیز" کا لفظی ترجمہ اردو محاورے میں کسی طرح فِٹ نہیں بیٹھتا۔

(۴) یضل بـه کثیرا و یهـدی بـه کثیرا

[یضل] فعل مضارع معروف (واحد مذکر غائب) ہے جس میں ضمیر فاعل "ھو" مستتر ہے جس کا مرجع "اللہ" (ارادالله والا) ہے۔ اس فعل (یُضِل) سے شروع ہونے والا جملہ (یضل بـه کثیرا) "مثلاً" (اوپر والے فقرے ۳ کا آخری لفظ جو نکرہ موصوفہ ہے) کی صفت بھی ہو سکتا ہے، یعنی "ایسی مثال دینے سے جس کے ذریعے گمراہ کرتا ہے وہ بہتوں کو" اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ جملہ (یضل بـه کثیرا) "اللہ" (ارادالله والا) کا حال قرار دیا جائے اس صورت میں ترجمہ ہوگا: "(کیا مقصود ہے اللہ کا اس مثال سے) اس حالت میں کہ وہ گمراہ کرتا ہے یا حالانکہ وہ گمراہ کرتا ہے......" — تاہم ہمارے اردو مترجمین نے ان دونوں ترکیبوں کو نظر انداز کر دیا ہے۔ (اگرچہ بعض نحویوں نے ان دونوں صورتوں کا بھی ذکر کیا ہے)۔

تیسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اس "یضل" سے شروع ہونے والے (مندرجہ بالا جملہ ۴) کو مستانف (الگ عبارت) سمجھا جائے (یہی وجہ ہے کہ یہاں "مثلاً" کے بعد وقف لازم (م) لگایا گیا ہے)۔

[بـه] میں باء الجر (بِ) سببیہ ہے (بمعنی..... کے ذریعے) اور "ہ" ضمیر مجرور کا مرجع "مثلاً" ہے یعنی "اس (مثال) کے ذریعے گمراہ کرتا ہے"۔ [کثیرًا] فعل "یضل" کا مفعول بہ ہو کر منصوب ہے یعنی "بہتوں کو" — [و] عاطفہ ہے جس کے ذریعے اس سے پہلے جملے (یضل بـه کثیرا) کو اس کے بعد والے جملے (یھـدی بـه کثیرا) سے ملایا گیا ہے۔ [یھـدی] فعل مضارع معروف ہے جس میں ضمیر فاعل "ھو" مستتر ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے [بـه] پہلے (بـه) کی طرح سببیہ ہے اور یہی صورت اس دوسرے [کثیرا] کی ہے یعنی یہ فعل "یھـدی" کا مفعول بہ ہو کر منصوب ہے ("اس کے ذریعے بہتوں کو ہدایت دیتا ہے")۔

(۵) وَمَا یضل بـه الا الفسقین ۔

[و] حالیہ (بمعنی "درانحالیکہ، اس حالت میں کہ یا حالانکہ") بھی ہوسکتی ہے اور استیناف کی (بمعنی "اور") بھی۔

[ما] نافیہ (بمعنی "نہیں") ہے۔ [یُضِلُّ] فعل مضارع معروف منفی "بِمَا" ہے (یعنی حالانکہ وہ گمراہ نہیں کرتا)۔ [الَّا] حرف استثناء بمعنی "سوائے" ہے جو منفی جملے کے بعد آئے تو "حصر" کے معنی پیدا کرتا ہے جس کا اردو ترجمہ "مگر صرف" سے کیا جاتا ہے۔

[الفاسقین] یہ منصوب ہے مگر "الّا" کی وجہ سے نہیں۔ اس لیے کہ یہاں "اِلَّا" سے پہلے جملہ تام (مکمل) اور مثبت نہیں ہے۔ "ما نافیہ" اور "اِلَّا استثنائیہ" سے صرف "حصر" (عملِ فعل کو محدود کر دینے) کے معنی پیدا ہوتے ہیں۔ یہاں "الفاسقین" اپنے اعراب کے لحاظ سے فعل "یُضِل" ہی سے متعلق ہے یعنی اس کا مفعول بہ ہو کر منصوب ہے۔ تقدیرِ عبارت (یعنی اصل مفہوم عبارت) کچھ یوں بنتی ہے " دما یضل بہ (احداً) الا الفاسقین " یعنی "وہ اس کے ذریعے کسی ایک کو بھی گمراہ نہیں کرتا مگر فاسقوں کو" — اسی کو بامحاورہ صورت یوں دی گئی ہے " اور گمراہ کرتا بھی ہے اس کے ذریعے تو صرف بدکاروں کو ہی" یا " اور گمراہ انہیں کو کرتا ہے (اس کے ذریعے) جو بے حکم ہیں" اور بعض نے " گمراہ بھی کرتا ہے تو نافرمانوں کو ہی" کے ساتھ ترجمہ کیا ہے۔ تمام تراجم کا مفہوم ایک ہی ہے۔

(۶) الذین ینقضون عھد اللہ من بعد میثاقہ۔

[الذین] اسم موصول ہے۔ اس (اسم موصول) سے شروع ہونے والے جملے کو ایک الگ جملہ (مستانفہ) بھی سمجھا جا سکتا ہے۔ اس صورت میں "الذین" کو مبتدأ مرفوع کہہ سکتے ہیں۔ یا اس کے شروع میں ایک مبتدأ (ھم) محذوف سمجھ کر بھی مرفوع (لیطور خبر) سمجھا جا سکتا ہے — تاہم زیادہ مناسب یہ ہے کہ اسے گزشتہ آیت کے کے آخری لفظ " الفاسقین" کی صفت سمجھا جائے۔ اس طرح یہاں "الذین" کو

منصوب سمجھا جا سکتا ہے (اس کے موصوف "الفاسقین" کی نصب کی وجہ اوپر ۵ کے آخر پر بیان ہوئی ہے)۔ "الذین" کے مبنی ہونے کی بنا پر اس میں رفع نصب جر کی علامت ظاہر نہیں ہوتی۔ "الذین" کے اعراب کی اس آخری (نصب والی) وجہ کو سامنے رکھتے ہوئے ہی یہاں خاتمۂ آیت پر "لا" کی علامت ڈالی گئی ہے یعنی دونوں آیات کا مضمون باہم مربوط ہے ــ اور ہم نے بھی اسی لیے ان دو آیات کو مطالعہ کے لیے ایک قطعہ قرار دیا ہے۔

[ینقضون] فعل مضارع معروف (جمع مذکر غائب) ہے جس میں ضمیر فاعلین "ھم" مستتر ہے جس کا مرجع "الذین" ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ اس (ینقضون) سے "الذین" (موصول) کے صلہ کی ابتداء ہو رہی ہے۔ [عھد اللہ] مضاف (عھد) اور مضاف الیہ (اللہ) مل کر فعل "ینقضون" کا مفعول بہ (لھذا) منصوب ہے اور علامت نصب اس میں "عھد" کی "دال" کی فتحہ (ـَ) ہے۔ [من بعد] جار مجرور مل کر ظرفِ مضاف ہے۔ اور [میثاقہ] میں مضاف (میثاق) اور مضاف الیہ (ضمیر مجرور "ہ") مل کر ظرف (من بعد) کے مضاف الیہ (لھذا) مجرور ہیں۔ اور علامت جر میثاق کے "ق" کی کسرہ (ـِ) ہے۔ چونکہ "عھد" اور "میثاق" ہم معنی بھی ہیں یعنی میثاق کے ایک معنی "پختہ عہد"، "محکم عہد" بھی ہوتے ہیں [دیکھئے اوپر بحث اللغۃ ۲ : ۱۹ : ۱ (۳)] اس لئے اس جملے (ینقضون عھد اللہ) "وہ اللہ کا عہد توڑتے ہیں" کے بعد (من بعد میثاقہ کا ترجمہ "اس کے پکے عہد کے بعد" سے کرنا بے معنی سا لگتا ہے، البتہ اگر لفظ "میثاق" کو مصدری معنی (پختہ کرنا) میں لیا جائے تو ترجمہ ہوگا: "اس کے پکا کرنے کے بعد" اور یہ اس عبارت میں موزوں لگتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ بیشتر مترجمین نے یہی یا اس سے ملتا جلتا ترجمہ کیا ہے (دیکھئے اوپر بحث "اللغۃ" ۲ : ۱۹ : ۱ (۳))۔ البتہ یہاں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ "میثاقہ" کی ضمیر مجرور (ہ) کا مرجع کیا ہے۔ اس کے دو امکان ہو سکتے ہیں:

(۱) اوّل تو یہ کہ یہ ضمیر اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اس صورت میں فعل (بصورتِ مصدر) اپنے فاعل کی طرف مضاف ہے اور "میثاق" فعل معروف کا مصدر سمجھا جائے گا (بمعنی "مضبوط کر دینا") تو اس (من بعد میثاقہ) کا ترجمہ ہوگا: "اس (اللہ) کے اسے (عہد کو) پختہ بنا دینے کے بعد" یعنی اپنے رسولوں کے ذریعے (پختہ کرنے کے بعد)۔

(۲) دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ یہ (میثاقہ کی) ضمیر مجرور یہاں خود "عہد" کے لیے ہے اس صورت میں "میثاق" فعل مجہول کا مصدر سمجھا جائے گا۔ [آپ کو معلوم ہوگا۔ اور یہ پہلے کہیں بیان ہو چکا ہے — کہ مصدر تو معروف یا مجہول فعل کے لیے وہی (ایک ہی) رہتا ہے۔ یعنی مصدر کا ترجمہ حسب موقع فعل معروف یا مجہول دونوں کے ساتھ کیا جا سکتا ہے] اس طرح (اس دوسری صورت میں) "من بعد میثاقہ" کا ترجمہ ہوگا: "اس کے پکا کر دیے جانے کے بعد"۔ یعنی فاعل محذوف ہے جو سیاقِ عبارت سے "اللہ" ہی سمجھا جا سکتا ہے۔

اکثر اردو مترجمین نے (مندرجہ بالا) پہلی ترکیب کو ملحوظ رکھتے ہوئے "مصدر معروف" کے ساتھ ترجمہ کیا ہے۔ یعنی "مضبوط کرنے کے بعد"، "پکا کر کے"، — اور بعض نے مصدر کو مجہول سمجھ کر "پکا ہونے کے بعد"، "مضبوط کیے پیچھے" کے ساتھ ترجمہ کیا ہے۔ جب کہ بعض مترجمین نے "میثاق" کا ترجمہ دوسرے عربی مصدر "استحکام" سے کیا ہے (جو اردو میں مستعمل ہے) اور مصدر ہونے کے لحاظ سے خود بھی معروف و مجہول دونوں معنی کی گنجائش رکھتا ہے "اس کے استحکام کے بعد" یعنی محکم کرنے یا محکم ہونے کے بعد —

ترجموں کے اس فرق سے اصل مفہوم پر تو کوئی اثر نہیں پڑتا۔ تاہم قرآن کریم کے ساتھ علمی ربط (بذریعہ لغات و اعراب) کے لیے ضروری ہے کہ ہم ترجمہ کی بنیاد (اعراب) کو سمجھتے ہوں۔ اسی لیے ہم نے یہاں ذرا تفصیل سے

کام لیا ہے۔ یہاں تک کی عبارت (الذین ...... میثاقہ) مل کر صلہ موصول ہے یعنی "الذین" اور اس کا صلہ — اور یہ سب مل کر (صلہ موصول) ایک جملہ کا مبتدأ بن رہے ہیں یعنی یہ بذات خود مکمل جملہ نہیں ہے کیونکہ اس مبتدأ کی خبر آگے آئے گی۔

(۷) ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل

[وَ] عاطفہ ہے جس کے ذریعے اس کے بعد والا جملہ (یقطعون ..... یوصل) اس سے سابقہ جملہ (۶ مندرجہ بالا) پر عطف ہوتا ہے یعنی یہ (۷ جملہ) بھی "الذین" کے صلہ میں داخل ہوتا ہے۔

[یقطعون] فعل مضارع معروف (جمع مذکر غائب) ہے جس میں ضمیر فاعلین "ھم" مستتر ہے جس کا مرجع "الذین" (جملہ ۶ مندرجہ بالا والا) ہے۔ [ما] اسم موصول ہے اور فعل "یقطعون" کا مفعول بہ ہونے کی بناء پر منصوب ہے (مبنی ہونے کے باعث اس میں ظاہراً کوئی علامتِ نصب نہیں ہے)۔ [اَمَرَ] فعل ماضی معروف (واحد مذکر غائب) ہے اور [اللہ] اس کا فاعل (لھذا مرفوع) ہے۔ جس میں علامتِ رفع اسمِ جلالت کی آخری "ہ" کا ضمہ (ـُـ) ہے۔ [بہ] جار مجرور متعلق فعل (اَمَرَ) ہیں۔ اس (بہ) کی آخری مجرور ضمیر (ہ) دراصل "مَا" کی ضمیر عائد ہے۔ فعل (اَمَرَ) کا مفعول بہ (ماموربہ۔ جس کو حکم دیا گیا) محذوف ہے اور "بہ" کی ابتدائی "ب" دراصل "ماموربہ" کی ابتدائی "باء" (یا صلۂ فعل) ہے۔ [دیکھئے اس کی لغوی بحث مندرجہ بالا ۲:۱۹:۱(۶)]۔ [اَنْ یُوصَلَ] میں "اَن" تو مصدریہ ہے اور ناصبہ بھی ہے جس کی وجہ سے فعل مضارع "یوصلَ" منصوب ہے۔ اور یہ فعل [یوصل] فعل مجہول ہے جس میں ضمیر نائب فاعل "ھو" مستتر ہے۔ اسی طرح "اَنْ یُوصَلَ" مصدر مؤوّل ہو کر ماموربہ کا کام دے رہا ہے اور یہ "بہ" کی ضمیر مجرور کا بدل ہے۔ گویا یوں کہا گیا ہے: "ما

امراللہ بوصلہ" اور یہی وجہ ہے کہ اکثر اردو مترجمین نے "ان یوصل" کا مصدری ترجمہ ہی کیا ہے یعنی (اللہ نے حکم دیا) ملانے کا"، "جوڑنے کا"، "جوڑے رکھنے کا"، "وابستہ رکھنے کا"۔ اگرچہ بعض نے "ان یوصل" کا لفظی ترجمہ "کہ ملایا جائے" بھی کیا ہے ۔ ہرصورت میں یہ (ان یوصل) "اَمَرَ اللّٰہ" کا ماموربہ ہے۔ اگرچہ یہاں "مامور" غیر مذکور (محذوف) ہے مگر وہ سیاقِ عبارت سے "النَّاسَ" یا "العباد" یا "ھُم" سمجھا جاتا ہے۔

یہ اعرابی جملہ (ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل) ابتدائی "وَ" کے ذریعے اپنے سے سابقہ جملے (ینقضون عہد اللہ من بعد میثاقہ) کا ہی ایک جزء (بلحاظ مضمون) بنتا ہے اور یہ بھی "الذین" (جو ع۶ کے شروع میں ہے) کے صلے میں داخل ہے اور ایک طرح سے یہ سب ایک ہی مبتدأ کی صورت اختیار کرتے جارہے ہیں جس کی خبر آگے (بعد میں) آرہی ہے۔

(۸) وَ یفسدون فی الارض

یہ جملہ بھی [وَ] عاطفہ کے ذریعے اپنے سے ماقبل جملہ پر عطف ہوتا ہے۔[یفسدون] فعل مضارع معروف (جمع مذکر غائب) ہے۔ جس میں ضمیر فاعلین "ھم" مستتر ہے اور اس کا مرجع بھی "الذین" ہی ہے [یعنی الذین ینقضون ...... وَیقطعون..... وَیُفسدون .....]۔

[فی الارض] جار (فِی) اور مجرور (الارض) مل کر فعل "یفسدون" سے متعلق ہیں یعنی "فساد پھیلاتے ہیں" کہاں؟ "زمین میں"۔ اس طرح یہ جملہ بھی آیت کے ابتدائی "الذین" کے صلہ میں داخل ہے۔

(۹) اولٰئک ھم الخٰسرون

[اولٰئکَ] اسم اشارہ برائے بعید (مذکر غائب) یہاں مبتدأ بن کر محل رفع میں ہے اور یہ رفع نصب جر۔ تینوں حالتوں میں آخری "کَ" کی فتحہ (ـَ) پر مبنی ہے۔[ھم] ضمیر فصل ہے اور [الخٰسرون] "اولٰئک" کی خبر مرفوع

ہے ۔ یا یوں کہئے کہ " ھم " مبتدأ ہے اور " الخسرون " اس کی خبر معرفہ ہے اور یہ پورا جملہ اسمیہ (ھم الخاسرون) " اولئک " کی خبر ہے ۔ اس طرح اس جملہ (ھم الخاسرون) کو محلاً مرفوع سمجھا جائے گا ——— اور یہ پورا جملہ (اولٰئک ھم الخاسرون) دراصل آیت ۲۷ کی ابتداء والے اسم موصول "الذین" اور اس کے صلہ کے طور پر آنے والے تینوں جملوں (الذین ینقضون ..... ویقطعون ..... ویفسدون ..... فی الارض) کی خبر بنتا ہے یعنی جو لوگ ایسے ہیں ..... اور ایسے ہیں ..... اور ایسے ہیں وہی "خاسرون" ہیں ۔

۲:۱۹:۳ الرسم

زیر مطالعہ دو آیات کے بیشتر کلمات کا رسم املائی اور رسم عثمانی یکساں ہے ۔ صرف تین کلمات : "یستحی" ، " الفسقین " اور " الخسرون " کا رسم عثمانی عام املاء (معتاد) سے مختلف ہے ۔ ایک لفظ " میثاقہ " کا رسم مختلف فیہ ہے اور دو الفاظ " بھذا " اور " اولئک " کا رسم املائی بھی رسم قیاسی کے رسم عثمانی کے مطابق ہے اور رسم املائی پر رسم عثمانی کے اثرات کا ایک مظہر ہے۔ ہم یہاں ان تمام کلمات پر الگ الگ بات کرتے ہیں :

(۱) " یَسْتَحْیٖ " : اس لفظ کے آخر پر دراصل دو " یاء " ہیں ۔ اس لیے اس کا رسم املائی یَسْتَحْیِیْ " ہے مگر اس کا رسم عثمانی صرف ایک " یاء " کے ساتھ (" یستحی ") ہے اگرچہ پڑھا دو " یاء " کے ساتھ ہی جاتا ہے اور پڑھنے کے لئے بذریعۂ ضبط محذوف " یاء " کو مختلف طریقوں سے ظاہر کیا جاتا ہے جیسا کہ آپ ابھی آگے بحث " الضبط " میں دیکھیں گے ۔

● قرآن کریم میں یہ اور اس کے (بلحاظ املاء) مماثل لفظ پانچ جگہ آئے ہیں ، دو جگہ بصورت " لایستحی " ، دو جگہ " یستحی " (بغیر لا) اور ایک جگہ صیغہ " نستحی " آیا ہے ۔ اور ان تمام مقامات پر آخر میں " دو یاء " کی بجائے صرف

"ایک یاء" ہی لکھی جاتی ہے ــ بلکہ علم الرسم کی کتابوں میں یہ دلچسپ بحث بھی مذکور ہوئی ہے کہ "یستحی" لکھنے میں آخر کی دو "یا" (یـي) میں سے کون سی حذف ہوئی ہے، پہلی یا دوسری؟ اگرچہ اس بحث کا عملاً کوئی فائدہ نہیں ہے۔ کیونکہ نتیجہ ایک ہی ہے یعنی لفظ کو دو کی بجائے ایک یاء سے لکھنا ہے۔

(۲) "الفسقین": اس لفظ کی عام املاء (معتاد) "الفاسقین" ہے۔ مگر کتابتِ مصحف میں اسے ہمیشہ رسم عثمانی کے مطابق بحذف الف (لبعد الفاء) لکھا جاتا ہے یعنی بصورت "الفسقین" ــ

قرآن کریم میں یہ لفظ بصورت جمع مذکر سالم (مرفوع، منصوب، مجرور اور معرفہ یا نکرہ) مختلف صورتوں میں ۳۵ جگہ آیا ہے اور ہر جگہ اس کا رسم عثمانی بحذف الف (بعد الفاء) ہے۔

(۳) "الخسرون": جس کی عام املاء "الخاسرون" ہے ــ مگر قرآن کریم کے اندر رسم مصحف (عثمانی) کی پیروی میں اسے بحذف الف (لبعد الخاء) لکھا جاتا ہے۔ یہ لفظ بصورت جمع مذکر سالم (مرفوع، منصوب، مجرور اور معرفہ یا نکرہ) مختلف طریقوں سے ۲۲ جگہ قرآن کریم میں آیا ہے اور ہر جگہ اس کی املاء بحذف الف ہی ہے۔

مندرجہ بالا تین کلمات کا رسم عثمانی متفق علیہ ہے اور ایران، ترکی یا بعض دیگر مشرقی ممالک کے مصاحف میں جو ان کلمات کو رسم املائی کی طرح لکھنے کا رواج ہوگیا ہے یہ رسم عثمانی کی مخالفت ہے اور سخت غلطی ہے۔

(۴) "میثاقه"۔ اس میں لفظ "میثاق" کی عام املاء (معتاد) باثباتِ الف (لبعد الثاء) ہے۔ الدانی اور شاطبی نے اس کے محذوف الالف ہونے کی کہیں تصریح نہیں کی بلکہ "الدانی" نے اس لفظ کے وزن (مِفعال) کو ان سات اوزان میں گنوایا ہے جو قرآن کریم میں ہر جگہ باثبات الف ہی لکھے جاتے ہیں[1]۔ یہی وجہ ہے کہ

---

[1] دیکھئے نثر المرجان (ارکاٹی) ج ۱ ص ۱۲۳ نیز سیر الطالبین ص ۲۹

لیبیا کے "مصحف الجماهیریه" میں اسے باثبات الف (میثاقه) لکھا گیا ہے۔ برصغیر کے بعض مہتم بالشان ایڈیشنوں میں بھی اسے باثبات الف ہی لکھا گیا ہے۔ تاہم بیشتر عرب اور افریقی ملکوں میں ابوداؤد (سلیمان بن نجاح) کی تصریح کی بناء پر اسے بحذف الف لکھا جاتا ہے یعنی بصورت "میثقه"۔ مصری، سعودی مصاحف اور برصغیر کے تجویدی قرآن میں یہ آپ کو اسی طرح (بحذف الف) لکھا ملے گا۔
بہرحال اس کا رسمِ عثمانی متفق علیہ نہیں ہے۔

(۵) دو کلمات "هـذا" اور "اولئک" کا رسمِ عثمانی اور رسمِ املائی یکساں ہے۔ رسمِ املائی عام طور پر قیاسی ہے اور اس لحاظ سے ان دو الفاظ کا اِملاء "هاذا" اور "اُلائِك" ہونا چاہیے تھا مگر ان کا عثمانی رسم الخط ہی رسمِ املائی میں بھی اختیار کر لیا گیا ہے۔ گویا ان کی املاء رسمِ عثمانی ہی کی یادگار ہے۔

۲:۱۹:۴ الضبط

زیرِ مطالعہ آیات کے کلمات کے ضبط میں دو چیزیں خصوصاً قابلِ ذکر ہیں:

(۱) "یستحیٖ" کی آخری "ی" دراصل دو "یاء" تھیں۔ لکھنے میں ایک "یاء" حذف کر دی جاتی ہے مگر پڑھی دونوں جاتی ہیں یعنی "یِـيُ" کی طرح۔ برصغیر (اور ایران و ترکی میں بھی) اسے درست پڑھنے کے لیے آخری "ی" کے نیچے ایک کھڑی زیر یعنی علامتِ اشباع (ـٖ) ڈالی جاتی ہے بصورت "یستحیٖ"۔ عرب اور افریقی ملکوں میں اس آخری "ی" کے نیچے ایک کسرہ (ـِ) ڈالتے ہیں اور پھر "ی" کے اوپر ایک باریک سی "یاء (ـے)" لکھتے ہیں یعنی "یستحیِۦ" کی شکل میں۔ مقصد یہ ہے کہ اسے "یِ یُ" یعنی "یِيُ" پڑھنا ہے۔

(۲) کلمہ "بِهٖ" کی آخری "ـه" کا تلفظ "هِيْ" کی طرح ہوتا ہے۔ برصغیر کے مصاحف میں یہاں بھی "ہ" کے نیچے کھڑی زیر (ـٖ) ہی لکھی جاتی ہے اور اس کی وجہ سے ہمارا عام ناظرہ خواں "ہٖ" کو "هِی" کی طرح پڑھتا ہے۔ عرب اور

افریقی ملکوں میں " بہ " کی آخری " ہ " کے نیچے ایک کسرہ (ـِـ) ڈال کر اوپر ایک باریک سی " یاء " (ے) لکھ دیتے ہیں " بہٖ " کی شکل میں مقصد یہ ہے کہ اسے " ہِیْ " یعنی " ھِیْ " کی طرح پڑھنا ہے۔ عجیب بات ہے کہ ایرانی مصاحف میں اسے صرف " بِہِ " لکھا جاتا ہے، نہ تو برصغیر کی طرح کھڑی زیر (ـٖ) ڈالتے ہیں (حالانکہ وہاں کھڑی زیر بعض دوسرے الفاظ میں استعمال ہوتی ہے) اور نہ ہی عرب ملکوں کی طرح " ہ " کے اوپر " یاء " لکھتے ہیں معلوم نہیں وہ لوگ اس " ہِ " کو " ہٖ " یا " ھِیْ " کا تلفظ کس طرح کرتے ہیں ______

ان آیات کے تمام کلمات میں ضبط کے اختلاف کو درج ذیل نمونوں سے سمجھا جاسکتا ہے:

اِنَّ ، اِنَّ ، اِنَّ / اللّٰہَ ، اللّٰہَ ، اللّٰہَ / لَا یَسْتَحْیٖ

یَسْتَحْیٖ ، یَسْتَحْیٖ / اَنْ ، أَن ، اَنْ / یَّضْرِبَ

یَضْرِبَ ، یَّضْرِبَ / مَثَلًا ، مَثَلًا / مَّا ، مَّا /

بَعُوْضَۃً ، بَعُوضَۃً / فَمَا ، فَمَا ، فَمَا /

فَوْقَھَا ، فَوْقَھَا ، فَوْقَھَا / فَاَمَّا ، فَأَمَّا ، فَأَمَّا /

الَّذِیْنَ ، الَّذِینَ ، الَّذِینَ ، الَّذِیْنَ / اٰمَنُوْا ،

ءَامَنُوْا ، ءَامَنُوٓا / فَیَعْلَمُوْنَ ، فَیَعْلَمُوْنَ ،

فَیَعْلَمُونَ / اَنَّہُ ، أَنَّہُ ، أَنَّہُ / الْحَقُّ ،

الْحَقُّ ، الْحَقُّ / مِنْ ، مِن ، مِن / رَّبِّھِمْ ،

رَّبِّهِمْ / وَ اَمَّا ، أَمَّا ، أَمَّا / الَّذِیْنَ (مثل سابق)

كَفَرُوْا ، كَفَـرُوا ، كَفَـرُوا۟ ، كَجَرَوا۟ / فَيَقُوْلُوْنَ

فَيَقُـولُوْنَ ، فَيَقُـولُوْنَ / مَاذَا ، مَاذٰا ، مَاذَا /

اَرَادَ ، اَرَادَ ، أَرَادَ ، آرَادَ / اللّٰهُ (مثل سابق) /

بِهٰذَا ، بِهٰـذَا ، بِهٰذَا ، بِهٰذَا / مَثَلاً (مثل سابق) /

يُضِلُّ ، يَضِـلُّ / بِهٖ ، بِـهٖ ، بِـهٖ ، بِـهٖ /

كَثِيْرًا ، كَثِيرًا ، كَثِيرًا / وَّيَهْدِيْ ، يَهْدِىْ ،

يَهْدِى ، يَهْـدِى / بِهٖ (مثل سابق) / وَمَا ، مَا /

يُضِلُّ / بِـهٖ (مثل سابق) / اِلَّا ، اِلَّا ، اِلَّا /

الْفٰسِقِيْنَ ، الْفٰسِقِينَ ، الْفٰسِقِينَ ، الْفٰسِقِينَ /

اَلَّذِيْنَ (مثل سابق) / يَنْقُضُوْنَ ، يَنْقُضُونَ ،

يَنْقُضُوْنَ / عَهْـدَ ، عَهْدَ / اللّٰهِ (مثل سابق) /

مِنْۢ بَعْـدِ ، مِنۢ بَعْـد ، مِنۢ بَعْدِ ، مِنۢ بَعْدِ /

مِيْثَاقِـهٖ ، مِيثَاقِهٖ ، مِيْثَاقِـهٖ / وَيَقْطَعُوْنَ ،

يَقْطَعُوْنَ ، يَقْطَعُوْنَ / مَا ، مَا / اَمَـرَ ،

اَمَـرَ ، اَمَـرَ / اللّٰهُ (مثل سابق) / بِهٖ (مثل سابق) /

اَنْ (مثل سابق) / يُّوْصَلَ ، يُّوصَلَ ، يُّوصَلَ /

(باقی صفحہ ۲۰ پر)